

دور حاضر میں اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کا آسان طریقہ

از: مولانا پیل عبد الرحمن مصباحی، گجرات (انڈیا)

قرب قیامت کے آثار جو احادیث میں کتاب الفتن کے تحت وارد ہیں؛ ہمارے دور میں واضح طور پر ان میں سے کثیر علامات کو زمینی سطح پر دیکھا جاسکتا ہے۔ ہر آنے والا دن ایک نیاقتنا لے کر طلوع ہوتا ہے اور ہر گزرنے والی رات کسی تنازع مسئلہ کو تاریکیوں میں پٹا ہوا چھوڑ کر چل دیتی ہے۔ ایک فتنے کا تدارک یا اعلان ہو نہیں پاتا اس سے پہلے مزید دو فتنے عالم اسلام کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

موجودہ دور کا انسان اپنی تمام تر ترقیوں کے ساتھ ظاہری اعتبار سے انتہائی روشن ہونے کے باوجود اندر سے کھوکھلا اور باطن کے لحاظ سے انتہائی تاریک مراحل سے گزر رہا ہے۔ یہ حال تقریباً دنیا کے ہر انسان کا ہے جس میں مسلم معاشرے کے افراد بھی کافی حد تک بلا امتیاز شامل ہیں۔

رافضیت و خارجیت کی پرانی آلو دگی اب مستقل طور پر دو ممالک میں سیاسی زور پکڑ چکی ہے۔ راضی اپنے اسی پرانے ٹائشل پر آج بھی باقی ہے اور خارجی نے وہابیت و دیوبندیت کے نام پر نئے سرے سے جنم لیا ہے۔ بر صیغر میں نیچریت و مودودیت الگ سر پر منڈلارہی ہے جو پرانی نیچریت و مودودیت سے کافی زیادہ تقویت یافتہ اور مقبول ہے۔ یوٹیوب پر بیٹھے ہوئے درجنوں چینل چلانے والے اردوں خواں انگریزی داں حضرات؛ نیم ملا خطر ایمان کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان سب داغلی فتنوں سے پرے خارج میں مشتمل ”ہندو تو“ کا فتنہ ہے جو آئے دن مسلم سماج کو شرک میں ملوث کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہتا ہے۔ دین الہی کی طرح سیکولر مزاج سے جڑے ہوئے مسلم دانشوار ایک الگ درد سربنے ہوئے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر الحاد کا خطرہ ہے جو ہر مذہب کے ساتھ ساتھ اسلام کے ماننے والوں کو بھی کسی حد تک اپنی طرف مائل کر رہا ہے۔

ایسے میں سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ چاروں سمت سے اٹھ رہے اس قسم کے فتنوں کے درمیان اسلامی برادران کو دین پر ثابت قدم رکھنے کے کیا طریقے ہو سکتے ہیں؟ ایسا کیا لائجہ عمل ہے جس سے اسلامی معاشرے میں دین سے وابستگی کی لہر پیدا ہو سکے؟ اس حوالے سے غور و فکر کے بعد جو چند تابیر ذہن کی سطح پر ابھرتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱. علمائے ربانیین و صوفیائے کاملین سے وابستگی۔
۲. کتابوں کے کھوئے ہوئے ذوق کی واپسی۔
۳. علم نافع کے ذرائع کی طلب۔
۴. کچھ عمر میں دین کی بنیادی باتوں کی تعلیم۔
۵. لایعنی افکار و اعمال سے دوری۔
۶. اکل حلال و صدق مقال کو لازم پکڑنا۔
۷. گھر میں غیر اسلامی ماحول اور سماج میں غیر شرعی رسومات کی بیچ کنی۔
۸. ماضی قریب کے انقلابات میں اسلامی موقف سے آگاہی۔

- ۹۔ کثیر تعداد میں روایتی معیاری مدارس۔
 ۱۰۔ علمی طبقے کے لیے اسلاف کے پیغامات کی تسہیل۔
علمائے ربانیین و صوفیائے کاملین سے وابستگی:

مسلم عوام کے لیے یہ طریقہ سب سے آسان اور سب سے موثر ہے۔ علمائے ربانیین و صوفیائے کاملین کی صحبت میں بیمار دلوں کی شفایہ اور الجھے ہوئے دماغوں کا علاج بھی۔ ان کی معیت ہر فتنے کے زہر کے لیے تریاق کا کام کرتی ہے۔ ویسے بھی دنیا کا اصول ہے کہ جس علم یا فن میں ٹھوکر لے گے یا ٹھوکر لے گا امکان ہو وہاں ماہر فن سے رابطہ کر لیا جاتا ہے یا اس کی دی ہوئی ہدایات کو سامنے رکھ کر عمل اپنایا جاتا ہے۔ لہذا اگر دینی معاملات میں یاد نیاوی زندگی کے کسی بھی معاملے میں رہنمائی کی ضرورت محسوس ہو تو علمائے ربانیین و صوفیائے کاملین کی طرف رجوع ہی پہلا اور آخری حل ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے داخلی دشمن یا بالفاظ دیگر منافقین؛ مسلم عوام کو علماء و صوفیاء سے بد ظن کرنے کی ہر ممکن کوشش میں لگے ہوئے ہیں، پھر جدید تعلیم کے خمار اور آزادی کے نعروں نے کسی حد تک مسلم عوام کو ان حضرات سے مزید دور کیا ہوا ہے، ایسے میں معاملہ اور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے جب علمائے سوء یا صوفیائے خام میں سے کوئی اپنی کسی نازیبا حرکت کو چھپانے یا اپنی اناکی تسلیم کے لیے اسلام کی آڑ لے۔ مسلم عوام کے لیے لازمی ہے کہ جس طرح علمائے ربانیین و صوفیائے کاملین کی صحبت سے فیض یا ب ہونے کی جدوجہد کریں ایسے ہی علمائے سوء و صوفیائے خام سے دوری بنائے رکھنے کی بھی ہر ممکن کوشش کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جعلی کے نقصان کو دیکھ کر وہ اصلی کے فوائد سے محروم رہ جائیں۔ اس حوالے سے عوام کی رہنمائی میں سب سے موثر کردار: مرجع الاسم کی حیثیت رکھنے والے حضرات ادا کر سکتے ہیں۔

کتابوں کے کھوئے ہوئے ذوق کی وابستگی:

جب آپ کو اپنے ضروری کاموں کے سب اتنا وقت میسر نہ آتا ہو کہ کہیں کسی نیک شخص کی صحبت میں جا کر اپنے ایمان کی حفاظت کا سامان کر سکیں تو دوسرا آسان ترین راستہ یہ ہے کہ علمائے ربانیین و صوفیائے کاملین کی لکھی ہوئی باتوں کو پڑھنے میں لگ جائیں۔ شخصیت سے ملاقات ممکن نہیں تو ان کی کتاب ہی سے فیض حاصل کر لیا جائے۔ اور ویسے بھی ادھر ادھر کی لایعنی دوستی سے کتاب کی دوستی ہزار گناہ بہتر ہے۔

ہماری نئی نسل کا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اسے ایسے درجنوں وسائل سے گھیر دیا گیا ہے کہ اس کی طبیعت مطالعہ کتب کی طرف مائل ہی نہیں ہوتی۔ سو شل میڈیا سے لے کر سو شل لا نف میں ہو ٹلوں کے چکر کاٹنے تک ایک عام مسلمان کے لیے مصروفیت کے اتنے کثیر موقع دستیاب ہیں کہ وہ دن بھر میں کسی مختصر وقت کے اندر کچھ پڑھ لینے کے خیال سے بھی بے خبر ہے۔

ضرورت یہ ہے کہ پہلے تو زبانوں کا علم حاصل کیا جائے۔ علماء کو پچاس زبانوں میں لکھنے کا مشورہ دینے سے لاکھ درجہ آسان یہ ہے کہ صرف ایک اردو زبان سیکھ لی جائے تو مسلم عوام پر ہزاروں کتابوں سے فائدہ اٹھانے کا دروازہ کھل جائے گا۔ پھر مسلم علاقوں میں جھوٹی مولیٰ لا بھریری بھی لازم ہے تاکہ وقت ضرورت وہاں سے کتاب حاصل کی جاسکے۔ نیز گھروں کے طرز تغیری میں یہ بات بھی شامل کی جانی چاہیے کہ مہمان خانہ، باور پی خانہ اور جھوٹے سے باغیچہ کے ساتھ ساتھ ایک جھوٹا سا کتب خانہ بھی بنایا جاسکے۔ کتاب دوستی کی شروعات کتابوں کے لیے جگہ بنانے ہی سے ہو جاتی ہے۔

بہر حال کتاب تک رسائی اور اس کا مطالعہ ضروری ہے تبھی عوام مسلمین میں دین کی صحیح سمجھ، اولاد کی تربیت کا درست طریقہ اور زندگی گزانے کا عمدہ سلیقہ پیدا ہو گا۔ موجودہ دورِ فتن میں اچھی کتاب بھی کسی نشانہ دایت سے کم نہیں۔

علم نافع کے ذرائع کی طلب:

آج کل ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ لوگ معلومات کے درمیان فرق کرنے سے قاصر ہیں۔ نہ تو ان میں وہ صلاحیت موجود ہے نہ اتنا وقت کہ دین کے بارے میں صحیح اور غلط معلومات میں امتیاز کر سکیں۔ پرانے زمانے کا مسئلہ قلتِ معلومات (Lack of Information) کا تھا جب کئے دور میں معلومات نے ایک سیالاب کی شکل اختیار کر لی ہے جس میں رطب و یابس، اچھا برا، مفید و مضر اور لا اُق عمل و ناقابل قبول؛ سارا کاسارا مواد بلا کسی تفریق کے ہماری انگلیوں پر گھوم رہا ہے۔ ایسے میں بہت قوی اندیشہ ہے کہ فتنے کو پروان چڑھانے والے لوگوں کی طرف سے آنے والا کوئی زہر یا لاتیر کسی صحیح العقیدہ مسلمان کے دل میں پیوست ہو کر دین و ایمان کے غارت ہونے کا سبب بن جائے۔

ایسے ماحول میں لازمی ہے کہ یو ٹیوب، والٹ اپ یا فیس بک وغیرہ کسی بھی ذریعہ ابلاغ سے ہم تک پہنچنے والی معلومات کو کسی ایک دائرے اور حد میں مقید کیا جائے۔ آپ کا قریبی کوئی پرہیز گار عالم جس مواد کی تصدیق کرے اسے ہی سماحت کرنے کی عادت ڈالیں۔ مجموعی طور پر علمائے اہل سنت جس قسم کے مواد یا جن افراد کی تقریر و تحریر سننے پڑھنے سے روک دیں؛ اس سے رک جانا بھی ایک طرح کا ایمانی تحفظ ہی ہے۔ قلت کے وقت قناعت کرنا آسان ہے مگر کثرت اور بھرمار کے وقت قناعت کرنا تھوڑا مشکل کام ہے۔ امت مسلمہ کو اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے اس مشکل کام کو بحسن و خوبی انجام دینا ہو گا۔

کچھ عمر میں دین کی بنیادی باتوں کی تعلیم:

ایک بہت کار آمد تدبیریہ بھی ہے کہ بچپن کی سادہ لوح عمر اور جوانی کے ابتدائی مراحل ہی میں ہر مسلمان اپنے بچے کی تربیت کچھ اس انداز سے کرے کرائے کہ اس کے دل میں اللہ رسول، اسلام و ایمان، قرآن و حدیث اور اولیائے کاملین و علمائے ربانیین کی محبت گھر کر جائے۔ اگر ایک مرتبہ دین اور اس سے متعلقہ امور کی عظمت سے بچہ مانوس ہو جائے تو دنیا بھر کے فتنوں کی دیواریں اس کی ہدایت کے مانع نہیں ہو سکتیں۔ بچپن کی تعلیم کی برکت سے وہ آخری سانس تک اپنا ایمان بچانے اور نیک عمل سے لوگوں کو فائدہ بیچانے میں مصروف رہے گا اور دم واپسی پر ایمان کی دولت کے ساتھ سرخواز ہو کر حشر کی طرف چل پڑے گا۔

اس کام کے لیے ہمیں پرائیمیری، ہائی اسکول اور کالج کی طرز پر سوچنا ہو گا۔ مساجد اور بستیوں میں پرائمری طرز کے مکاتب کو فروغ دینا لازم ہے۔ دارالعلوم کا معیار برقرار رکھنے کے لیے پرائمری سے اوپر اعلیٰ ذہنی سطح کے بچے وہاں منتقل کرنے ہوں گے تاکہ دین کا ہائزر ایجو کیشن پانے والوں کی معتقد بہ تعداد مسلم معاشرے کو حاصل ہو۔ اس کے بعد محقق علماء پیدا کرنے کے لیے جامعاتی سطح کی تعلیم مہیا کرنے والے چند بڑے ادارے بھی ہمیں ہی قائم کرنے ہوں گے۔ اس طرز پر اگر کام ہو جائے تو نئی نسل میں اسلام سے وابستگی کا نیا جذبہ دکھائی دے گا۔

لامینی انکار و اعمال سے دوری:

ایک بہت بڑی وجہ جس نے گمراہی کے دروازے کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے وہ ہے مسلمان فرد کا بغیر کسی دینی یاد نیاوی فائدے کے مختلف سرگرمیوں میں مصروف رہنا۔ سو شل اور ڈیجیٹل پلیٹ فارم پر بے وجہ

گھنٹوں تک بے سود ویڈیو یا تصویریں دیکھتے رہنا یا کنٹ سیکشن میں جا کر درجنوں بار تعریف پر مشتمل تبصروں کو چیک کرنا۔ والٹ اپ پر فضول اسٹیٹس دیکھتے ہوئے اہم سے اہم کام بے توجہ کرنے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے تمام کاموں کی لائیعنی مصروفیت کے سبب نہ تو اچھے اور فائدہ مند کاموں کے لیے وقت مل پاتا ہے نہ ہی کوئی دینی یا جائز دنیاوی سرگرمی میں دلچسپی پیدا ہو پاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ لائیعنی سرگرمیوں کا عادی شخص اپنے اسلام کی تمام تریا اکثر خوبیوں سے ناواقف رہ کر علمی و عملی طور پر انہتائی کمزور ہو جاتا ہے اور کسی بھی عام سے سوال پر اس کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ایمان کامل کی ایک بڑی علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ ”المؤمن من يترك ما لا يعنيه“ جس کا مطلب یہ ہے کہ کامل ایمان والا وہ ہے جو لائیعنی چیزوں کو چھوڑ دے۔ آج مسلم معاشرے کے بہت سارے بنیادی مسائل کا بڑا سبب لائیعنی افکار و اعمال میں ال جھنا ہے۔ اگر مسلم معاشرے سے ہر وہ چیز ختم کر دی جائے جس کا دینی یا دنیاوی کوئی بھی فائدہ نہ ہو تو گرہی اور ضلالت کے اکثر راستے خود بخود بند ہو جائیں گے اور خوش عقیدگی و اطمینان کی فضائیں ایک نیا پر سکون ماحول ابھرتا ہوا نظر آئے گا۔

اکل حلال و صدق مقال کو لازم پکڑنا:

عالمنہ انداز سے ہٹ کر صوفیانہ مزاج کے مطابق اگر سوچا جائے تو ساری خرابیوں اور بر بادیوں کی جڑ صرف زبان اور پیٹ کی خرابی ہے۔ فکرتب بگڑتی ہے جب غلط غذا پیٹ میں پہنچے اور زبان کی آکلودگی دل کو بھی پر اگنڈہ کر دیتی ہے۔ تمام صوفیاء نے فلاح و نجات کے لیے صرف دو لفظی ضابطہ (Formula) عطا کیا ہے۔ وہ ہے ”صدق مقال اکل حلال“۔ آج کی دنیا میں جہاں ہر طرف جلد بازی اور نفس پرستی کا دور دورا ہے، ایسے میں کچھ نہیں تو کم از کم اس بات کا اہتمام کرنا کہ خود جو کاروبار کر رہے ہیں وہ شرعاً جائز ہو اور اس کے دوران زبان سے کوئی ایسی جھوٹی بات نہ بولی جائے جس کی نحوست مکمل رزق کو آکلودہ کر دے۔ اگر اتنا کرنے میں بھی ہم کامیاب ہو جاتے ہیں تو ہمیں امید ہے کہ ہمارے بچوں کے پیٹ میں جو غذا پہنچے گی وہ پاکیزہ ہو گی۔ اور ظاہر ہے کہ پاکیزہ غذا کا اثر بھی با برکت ہو گا۔ حلال و حرام کی جانکاری کے لیے علماء کی صحبت انہتائی آسان اور موثر ذریعہ ہے۔

زبان کی صفائی یہ ہے کہ جتنا ہو سکے درود پاک کی کثرت کرے۔ باقی اوقات میں اپنی ضرورت کی باتوں میں نازیبا کلمات اور گالی گلوچ سے اجتناب کرنا اتنا ہی لازم ہے جتنا کہ شراب جیسی گندگی کو منہ سے دور رکھنا لازم ہے۔ حدیث مبارکہ میں ایسے شخص کو فاسق کہا گیا ہے جو کسی مسلمان کے لیے گندی زبان استعمال کرے۔ ”سباب المؤمن فسوق و قتاله کفر“ یعنی مومن کو گالی دینا فسوق ہے اور اس کا قتل کفر ہے۔ اگر ہمارے معاشرے کے بڑوں نے اپنی زبان سنواری تو چھوٹوں کی زبان خود بخود رست ہو جائے گی۔ پھر اکل حلال اور صدق مقال کی برکت سے ایمان پر استقامت بھی نصیب ہو جائے گی۔

گھر میں غیر اسلامی ماحول اور سماج میں غیر شرعی رسومات کی بیان کئی:

بہت سارے کام وہ ہیں جو ہم اپنے سماجی تانے بانے کے نام پر کرتے ہیں مگر دوسرے لوگ بلکہ خود ہماری نئی نسل اسے اسلامی تعلیمات سمجھ کر دین کے حوالے سے بد گمانی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر شادی بیاہ اور طلاق کے وہ تمام معاملات جو غیر شرعی انداز میں وقوع پذیر ہوتے ہیں، نئی نسل اسے مسلم معاشرے کی رسم سمجھتے ہوئے اس سے پیدا ہونے

والی خرابیوں کو دین کی دین مان لیتی ہے۔ ایسی نوجوان نسل کو کوئی بد خواہ سماج کے غیر شرعی امور دکھا کر بہت آسانی سے دین بیزاری میں مبتلا کر سکتا ہے۔

ہمارے گھر کے اندر کا ماحول (الاماشاء اللہ) گذشتہ دو دہائیوں سے بد اخلاقی پر مشتمل فلموں، ڈراموں اور سیریلز کو دیکھتے ہوئے اتنا غیر مہذب ہو چکا ہے کہ خواتین کی ایمانی حرارت میں مسلسل گراوٹ درج کی جا رہی ہے۔ بود و باش، اندازو اطوار اور ملبوسات میں کافی حد تک تبدیلی اسی اسکرین کے کلچر کی دین ہے۔

ایسے حالات میں نئی نسل کو اسلام پر ثابت قدم رکھنے کے لیے ہمیں خواہشات نفسانی ترک کر کے گھر کے ماحول سے لے کر سماج کے رسم و روان ج تک ہر چیز کو شرعی دائرے کے اندر لانا ہو گا تاکہ نیاز ہن اس کی برکتیں دیکھ کر خود بخود اسلام کی عظمت کا معرف ہو جائے اور زندگی میں پیدا ہونے والے توازن سے لطف انداز ہو کر بذات خود اسلام کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کا عزم مصمم کر لے۔

ماضی قریب کے انقلابات میں اسلامی موقف سے آگاہی:

ہماری دنیا گذشتہ دو ہزار سال میں جتنی نہیں بدلتی اتنی پچھلے دو سو سال میں بدل چکی ہے، اور پچھلے دو سو سال سے زیادہ تبدیلیاں پچھلے میں سال میں آچکی ہیں۔ انقلاب فرانس سے لے کر انقلاب روس تک، سرمایہ داری سے لے کر کمیونزم تک، بادشاہت سے جمہوریت تک، مذہبی حکومتوں سے لے کر سیکولر لادین گورمنٹ تک، فیمیززم سے لے کر ماڈرنس تک، آزاد تجارتی منڈیوں سے لے کر ٹکیس سے لدی ہوئے مشروط تجارتی مرکز تک اور قدیم متنوع روحاںی تہذیبوں سے لے کر جدید مغربی ظاہر پرست تہذیب تک۔۔۔ ساری کی ساری وہ تبدیلیاں ہیں جو بالواسطہ یا بالواسطہ ایک عام مذہب ماننے والے شخص کے ذہن پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ ہر مذہبی ذہن کے ساتھ اسلام کو ماننے والے اذہان میں بھی ان تبدیلیوں کے سبب خلفشار پیدا ہوا ہے۔

ایسے میں اگر تمام جدید نظریات کے مقابل ہمیں یعنی اہل اسلام کو اپنا اسلامی موقف معلوم نہ ہو تو ہم میں کوئی فرد بھی اس نظرے سے خالی نہیں کہ کب کس جدید نظریہ کے ظاہری حسن میں گرفتار ہو کر ہمارا قدم اسلام کے اصولی نقطہ نظر سے بر گشته ہو جائے۔ یہ وہ بلا ہے جو عوام اور غیر تعلیم یافتہ افراد پر کم آتی ہے، زیادہ تر پڑھے لکھے لوگوں کا خاص طبقہ اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس تدبیر کو اگر خواص کے لیے رہنمائی سمجھا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

کثیر تعداد میں روایتی معیاری مدارس:

اب جب کہ ہر طرف سے اسکولوں کے قیام کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں ایسے میں ہمارا مشورہ شاید کچھ لوگوں کو عجیب معلوم ہو مگر سچ یہ ہے کہ دین کے حقیقی شعور کو پیدا کرنے اور مسلم معاشرے کی دینی ضرورتیں پوری کرنے والے اسلامی علوم کے ماہرین پیدا کرنے کا کام ہمیشہ کی طرح آج بھی اہل مدارس ہی کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ البتہ! اتنا کہا جا سکتا ہے کہ مدارس اسلامیہ کے معیار کو ذرا سابلند کرنے کی حاجت ہے۔ یعنی دینی تعلیم محض چند مذہبی رسومات کی ادیگی کے لیے نہ دی جائے بلکہ دینی تعلیم کے اُس درجے تک طلبہ کو لے جایا جائے کہ وہ امت کے انفرادی و اجتماعی معاملات میں قیادت کا حق ادا کر سکیں اور ملت اسلامیہ کے داخلی و خارجی چیلنجز کا جواب دینے میں بھی مستحکم ہوں۔

یہاں یہ بھی دھیان رہے کہ ہم مدارس کے معیار کو بڑھانے پر مصروف ہیں، بس۔ یہ نہیں کہ روایتی تعلیم میں مختلف تبدیلیاں کر کے مدرسہ کو جدید علوم کی تجربہ گاہ بنایا جائے۔ ایسا کرننا طلبہ کی تعلیم کے لیے بھی نقصان دہ ہو گا، مسلم قوم کے لیے بھی اور خود مدارس کے وجود کی بقایا کے لیے بھی یہ عمل مضر ثابت ہو گا۔ ہاں! روایتی علوم کے ساتھ چند نئے علوم یا تکنیکی امور کو بھی شامل کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ بہت سے مدارس میں اب بھی رائج ہے۔ مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ کثرت سے مدارس قائم کرنے کی کوشش کریں، ان کے معیار پر خصوصی توجہ دیں اور ہر طرح کے مشکل حالات میں مدارس کے ساتھ کھڑے رہ کر ان کا بھرپور تعاون کرتے رہیں۔

علمی طبقے کے لیے اسلاف کے پیغامات کی تسہیل:

یہ کام بہت اہم ہے مگر محنت طلب بھی ہے۔ علماء کی ایک جماعت کو اس کام پر گانا کہ وہ زمانے کے اسلوب کے مطابق سہل زبان میں ان باتوں کی ترجمانی کریں جو ہمارے بزرگان دین اپنی مختلف کتابوں میں انتہائی سادہ الفاظ میں بیان فرمائ کر گئے ہیں۔ آج جب کہ موٹیویشن اور سائکولوژی کی نام پر ہر طرح کی بے بنیاد اور من گھڑت باتوں سے لوگوں کی زندگی بدلنے کی وابحیات باتیں کی جا رہی ہیں ایسے میں صوفیائے کرام کے قیمتی ملفوظات اور علمائے کرام کی گراں قدر تحقیقات سامنے رکھ کر نئی نسل کو یہ بتایا جائے کہ غیروں کے جس پیتل پر تم مر رہے ہو اس کے مقابلے میں اپنے گھر میں رکھے ہوئے سونے سے نفع کیوں نہیں اٹھاتے؟!

یہ کام کریں گے تو علماء مگر اس کے لیے عوام کو ان کا بھرپور معاشری تعاون کرنا ہو گا۔ اگر سینکڑوں نہیں تو صرف درجنوں کی تعداد میں اس طرح کی تسہیل شدہ جدید طرز و اسلوب پر مرتب کتابیں مہیا کر ادی گئیں تو بہت آسانی سے ان تمام فتنوں کا خاتمه کیا جاسکتا ہے جو علم و فہم اور تدبر و فراست یا زندگی جینے کے آسان طریقے کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

حاصل یہ کہ یہ دس تدبیریں ہیں جن کو اپنی اپنی جگہ پر اگر مسلم عوام و خواص کے درمیان لا گو کر دیا جائے یا لا گو کرنے کی کوشش کی جائے تو نئی و پرانی نسل کا ہر مسلم فرد اپنے دین میں استقامت حاصل کرے ایسے امکانات قوی سے قوی تر ہو جائیں گے۔ ہم خود بھی اپنے اسلام پر ثابت قدرم رہیں گے اور دوسروں کو بھی منزل مقصود کا پتا بتاتے ہوئے دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔